مرثیہ گوئی کے دو بڑے ادارے
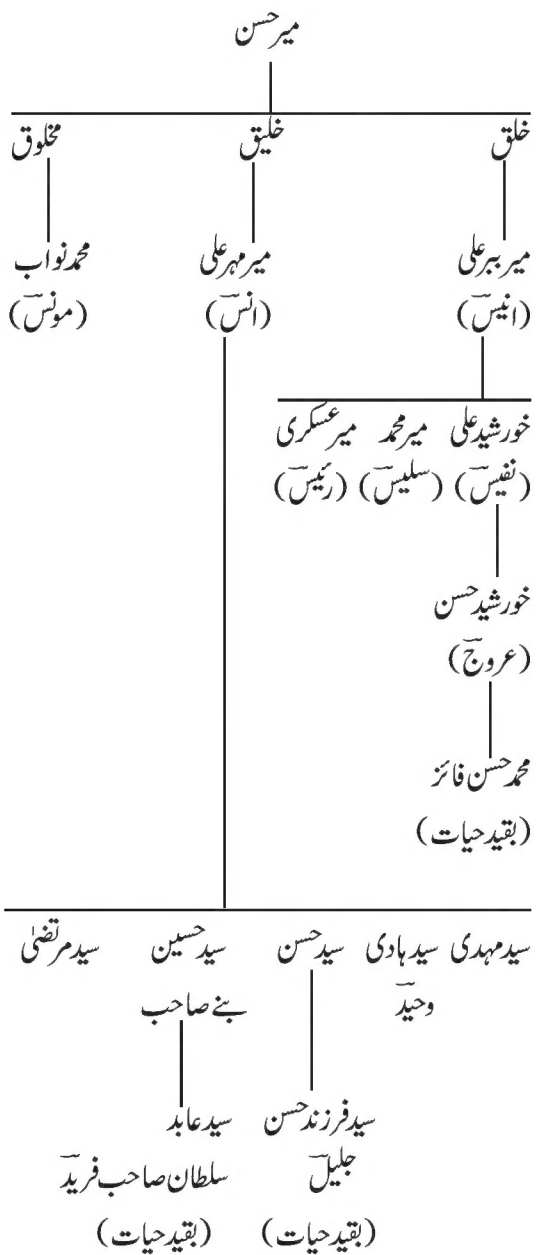
امام حسینؑ کے مشن کی بڑی خدمت شعراء اور مرثیہ گویوں نے انجام دی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ادب کی بھی وہ یادگار خدمت کی ہے کہ رہتی دنیا تک فراموش نہ ہوگی۔ یہ قوم کی بے حسی اور مردہ دلی ہے کہ مرثیہ گوئی کی قدر میں کمی کی جارہی ہے۔ قابل ماتم ہے یہ امر کہ مرثیہ اور مرثیہ گویوں کو اتنی دور کی صف میں پہنچایا جارہا ہے کہ وہ عدم کی سرحد سے قریب ہوتے جاتے ہیں حضرت سیدہ رسول خدا اور خود سید الشہداء علیہم السلام کو اگر یہ تحفہ پسند ہے تو خدا جانے روز محشر آج کے دن کی اس بے توجہی اور غفلت کا قوم کو کیا صلہ ملے گا؟

یوں تو اردو شاعری نے مرثیہ کے قالب میں جنم لیا اور ہر دور میں مرثیہ گو ہوتے آئے لیکن مرثیہ کی تیغ شاعری پر دو بزرگ اور ان کے متبعین نے خاص طور سے صیقل کی۔ ان بزرگوں میں ایک میر انیسؔ اور دوسرے مرزا دبیرؔ ہیں۔ انہیں کے نام سے مرثیہ کی شاعری کے دو اسکول مشہور ہیں۔ ذیل میں ان دونوں خاندانوں کے مختصر شجرے اور بعض ارکان کے کلام کے نمونے بطور یادگار پیش کرتے ہیں۔ ان تمام بزرگوں کے نمونۂ کلام فراہم کئے جاسکتے تھے۔ لیکن حصۂ نظم کی عدم وسعت کو دیکھتے ہوئے بعض نمونے آئندہ کے لئے اٹھا رکھے گئے۔ جن بزرگوں کے نام کے ساتھ تخلص لکھا گیا ہے، وہ خاندان میں شاعر گزرے ہیں اور جن کے نام کے ساتھ بقید حیات لکھا گیا ہے، ان کے سوا سب مرحوم ہوچکے ہیں:-

رباعی میر حسنؔ مرحوم

جس چیز کا اشتیاق دیکھا ہم نے
آخر اس کا فراق دیکھا ہم نے
دل اپنا ملا جس سے دل اس کا نہ ملا
یہ بھی عجب اتفاق دیکھا ہم نے

میر مستحسن صاحب خلیقؔ مرحوم

اس مرثیے کا مطلع ہے "جس وقت طبل جنگ بجا فوج شام میں"
ذیل میں وہ بند درج کئے جاتے ہیں جن میں جناب عونؑ ومحمدؑ کی جنگ نظم کی گئی ہے۔

یہ سن کے دونوں حملہ لگے کرنے فوج پر
اک دم میں کٹ کے گر پڑے کتنے تنوں سے سر
تا قبضہ نیمچے ہوئے ان کے لہو میں تر
جب چاہتے تھے شامی انہیں ماریں گھیر کر
سب ہو کے متفق انہیں حلقے میں لیتے تھے
یہ جلد دست ان کو سنبھلنے نہ دیتے تھے

گہ نیزہ داروں پر کئے گر نیمچے علم
نیزوں سمیت تیغوں سے دشمن کئے قلم
جس رخ کو دیکھتے وہ کمانداروں کو بہم
جا پڑتے ان پہ جلد اٹھا اسپ خوش قدم
لڑ سکتے کیا لعینوں کے دل ٹوٹ جاتے تھے
دہشت سے تیر اور طرف چھوٹ جاتے تھے

کثرت ستم گروں کی جدھر دیکھتے تھے زیاد
اس غول ہی میں دھنستے تھے ہو کے وہ شاد شاد
حملہ جب ان پہ کرتے تھے ملعون و بدنہاد
تلواریں مارتے تھے وہ کر کے خدا کو یاد
یہ نیمچوں کی کاٹ میں ان کے صفائی تھی
جھپکی پلک کہ بس سرو تن میں جدائی تھی

میر انیسؔ مرحوم

جذبات دل کی سچی ترجمانی میر انیسؔ کی خداداد شاعری کی یادگار سے ہے۔ان کے کمالات شاعری کی آج دنیا میں اک دھوم ہے۔اردو ادبیات میں فردوسیؔ کے شاہنامہ اور ملٹن کی پراڈایز لاسٹ (گم شدہ فردوس) کی سی دلچسپی پیدا کرنے کا کارنامہ خصوصیات انیسؔ سے ہے۔ ان کا کلام بطور درس کے پڑھا اور پڑھایا جائے اور ایک ایک حصہ کلام اور حسن اور لطافت شاعری کا ذکر بار بار اردو زبان دوہراتی رہے پھر بھی وہ بار احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ مغربی شاعری کے پرستار اردو زبان کی جھولی میں ڈھونڈھیں تو انیسؔ کے جمع کئے ہوئے ہزاروں انمول موتی ایسے ملیں گے جن پر غیر زبانوں کو رشک ہوسکتا ہے۔

جب امام حسینؑ کربلا کے سفر کو چلے ہیں اور اسباب سفر بندھنے کی تیاری ہو رہی ہے اس وقت کا سماں بیمار حضرت صغریٰؑ کی زبانی یوں فرمایا ہے:۔

یہ گھر کا سب اسباب گیا کس لئے باہر
نے فرش نہ ہے مسند فرزند پیمبرؐ
دالان سے کیا ہوگیا گہوارۂ اصغرؑ
اجڑا ہوا لوگو نظر آتا ہے مجھے گھر
کچھ منہ سے تو بولو مرا دم گھٹتا ہے اماں
کیا سبط پیمبرؐ سے وطن چھٹتا ہے اماں

شبیرؑ کا منہ تکنے لگی بانوئے مغموم
صغریٰؑ کے لئے رونے لگیں زینبؑ وکلثومؑ
بیٹی سے یہ فرمانے لگے سید مظلومؑ
پردہ رہا اب کیا تمہیں خود ہوگیا معلوم
تم چھٹتی ہو اس واسطے سب روتے ہیں صغریٰؑ
ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغریٰؑ

لو چلتی ہے خاک اڑتی ہے گرمی کے ہیں ایام
جنگل میں نہ راحت نہ کہیں راہ میں آرام
بستی میں کہیں صبح تو جنگل میں کہیں شام
دریا کہیں حائل کہیں پانی کا نہیں نام

صحت میں گوارا ہے جو تکلیف گذر جائے
اس طرح کا بیمار نہ مرتا ہو تو مرجائے

تلوار

اشراف کا بناؤ ، رئیسوں کی شان ہے
شاہوں کی آبروہے، سپاہی کی جان ہے

سلام وحیدؔ و تضمین جلیلؔ یادگار انیسؔ

اس وقت خلیقؔ پدر انیسؔ مرحوم کی نسل میں سب سے بزرگ جناب جلیلؔ ہیں ذیل میں سلام وحیدؔ پر ان کی تضمین پیش ہے:۔

غموں میں شکر خدا باربار کون کرے
ستم اٹھا کے نہ چشم اشکبار کون کرے
جگر کو تیرِ الم سے فگار کون کرے
پسر کو امتِ جد پر نثار کون کرے
بجز حسینؑ یہ جبر اختیار کون کرے

وغا طلب ہیں ادھر فوج ظلم میں کافر
یہاں پسر بھی، برادر بھی، ہو چکے آخر
کوئی عزیز نہ کوئی رفیق ہے حاضر
حسینؑ در پہ اکیلے ہیں مرچکے ناصر
رکاب لے کے فرس پرسوار کون کرے

خزاں ہوا ہے جہاں میں جو باغ ختم رسلؐ
ہوا ہے سوز تپ غم سے زرد عارض گل
نہ شوق سیر چمن ہے نہ لطف گل بالکل
غم ریاض علیؑ میں ہے نوحہ خواں بلبل
سرور آمد فصل بہار کون کرے

ریاض خلد میں نالاں ہیں سید الثقلین
وفورتپ سے ہیں سجادؑ قید میں بے چین
بپا ہے رانڈوں میں کہرام اورشیون وشین
پڑی ہے دھوپ میں عریاں زمیں پہ لاش حسینؑ
کفن بہم نہیں فکرِ مزار کون کرے

لگی ہے سینہ میں برچھی غضب کا ہے ہنگام
جبیں پہ تیرستم نے کیا ہے اپنا کام
پڑی ہے دست مبارک پہ ظلم کی صمصام
بدن ہے تیغوں سے اکبرؑ کا چور چور تمام
اٹھانا ہاتھ کا مشکل ہے وار کون کرے

کفن ملا ہے نہ ممکن ہے دفن کا ساماں
زمینِ گرم پہ بے سر ہے لاشۂ عریاں
سہے ہیں ظلم جو حضرت نے ہوں وہ کس سے بیاں
گنے نہ جائیں تن شہؑ پہ زخم تیغ وسناں
جو تیر کھائے ہیں اُن کا شمار کون کرے

بجز جناب کے کس سے کہیں کدھر جائیں
لحد میں کس کو حمایت کے واسطے لائیں
ہزار طرح کی ایذا ہو لاکھ دکھ پائیں
نہ آپ قبر میں گر یا ابوتراب آئیں
مدد غلام کی وقت فشار کون کرے

رکھا کسی کو نہ دنیا میں موت نے باقی
نہ اب ہے فرّ فریدوں نہ دورِ جمشیدی
بتاؤ اور کا یاں ذکر کیا کرے کوئی
اجل سے احمد مرسلؐ کو جب اماں نہ ملی
جہاں میں زیست کا پھر اعتبار کون کرے

دم جدال جو آنکھوں سے اشک بہتے تھے
تباہ ہونے کا امت کے رنج سہتے تھے
سبب ہے اس کا یہ ہربار تھم جو رہتے تھے
حسینؑ روک کے تلوار دل سے کہتے تھے
کہ وقت عصر ہے اب کارزار کون کرے

ملال اور بڑھا کی جو ہم نے فکرمزید
نہ قفل باغ تمنا کی ہاتھ آئی کلید
جلیلؔ مصرعہ مرحوم سے ہوا یہ پدید
ہم اپنے بخت کی گردش سے دربدر ہیں وحیدؔ
شکایتِ فلکِ کجمدار کون کرے

سید خورشید حسن عرف دولہا صاحب عروجؔ مرحوم

مال لے جائیں گے دنیا سے نہ زر لے جائیں گے
ایک دل پر داغ اور اک چشم تر لے جائیں گے
مست ہوں گے حشر میں بھی ساقیٔ کوثر کے رند
شیشۂ دل میں شراب عشق بھر لے جائیں گے
گوہر اشک عزا کو اپنے دامن سے نہ پھینک
ورنہ شیشوں میں ملائک آ کے بھر لے جائیں گے
کہتے تھے عباسؑ غازی ہاتھ کا اپنے ہے کام
خوں کے دریا کو چڑھا کر تا کمر لے جائیں گے
ابر نیساں آ کے برسے تو سہی اے چشم نم
دیکھ لینا فوق اشکوں کے گہر لے جائیں گے
حشر میں جس دم طلب ہوں گے غم شہؑ کے گواہ
ہم شہادت کے لئے داغ جگر لے جائیں گے
نفع کی امید پر رکھے ہیں اشکوں کے گہر
جب نظر پڑ جائے گی، اہل نظر لے جائیں گے
خوف کیسا دل پہ داغِ الفت شبیرؑ ہے
واں حفاظت کے لئے ہم یہ سپر لے جائیں گے

عالیجناب سید محمد حسن صاحب فائزؔ یادگار حضرت انیسؔ مرحوم

شہؑ کے غم میں اشک خوں پیہم ٹپکتے جائیں گے
چشم کے ساغر بھریں گے اور چھلکتے جائیں گے
سرد آہوں سے شگفتہ ہوں گے داغ دل کے پھول
کھائیں گے جتنی ہوا اتنے مہکتے جائیں گے
وصف باغ فاطمہ زہراؑ میں ہوں میں نغمہ زن
اور مرغان چمن اب تو چہکتے جائیں گے
رہبر دین و شریعت ہے مئے حب علیؑ
جن کو یہ نشہّ نہ ہوگا وہ بھٹکتے جائیں گے
جتنی بارش ہوگی اشکوں کی غم شبیرؑ میں
نخل ماتم اُتنے ہی پیہم پھلکتے جائیں گے
کیوں نہ گلشن ہو گل داغ غمِ شہؑ سے لد
یہ وہ گل ہیں جو خزاں میں بھی مہکتے جائیں گے
پھول میرے باغ کے لیتے ہیں تو لے لیں مگر
اور بھی یہ گل چھپانے سے مہکتے جائیں گے
شام کی بدلی میں گر ہیں اختر زہراؑ تو کیا
جس قدر ظلمت بڑھے تارے چھٹکتے جائیں گے
جو نہیں ہوتے ہیں فائزؔ رہرو طرز انیسؔ
عمر بھر رستہ بنائیں گے بھٹکتے جائیں گے

عالیجناب سید سلطان صاحب فریدؔ لکھنوی

(ایک مشہور مرثیے کے دو بند حضرت عباسؑ کی زبانی)

کاش اس وقت میں تم سب لب ساحل ہوتے
تر یہ پپڑائے ہوئے ہونٹ، خنک دل ہوتے
پانی لے جانے میں مانع جو یہ جاہل ہوتے
مشک پر سینہ سپر ہو کے مقابل ہوتے
خوں برستا ہوا ہر تیغ دو دم سے جاتا
پانی بچوں کا بڑے جاہ و حشم سے جاتا

وہ مدد چاہتا ہے تم سے وفاداروں کی
تن تنہا جو لڑا فوجوں سے غداروں کی
بے دھڑک کود پڑا آگ میں تلواروں کی
کیا کرے مشک یہ ہے فاطمہ کے پیاروں کی
بیکسی وہ ہے کہ دل ٹکڑے ہو جانبازوں کا
آج عباسؑ کو ڈر ہے قدراندازوں کا

خاندان دبیرؔ

مرزا دبیرؔ مرحوم

دقّت پسندی اور خاص اہتمام کے ساتھ تشبیہات واستعارات سے کلام کومزیّن کر کے بلندی فکر اور روایات وضمون کو آفرینی کا وہ انوکھا اسلوب جس کے لئے دنیا نے مرزا دبیرؔ مرحوم کی شاعری کو میر انیسؔ سے الگ کر کے دکھایا اور اس کو مرثیہ میں نمودار شان سے پیش کرنے کا سہرا دبیرؔ کے خصوصیات کا جزو اعظم قرار دیا جاتا ہے، نظرانداز کرنے کے قابل نہیں۔ زمانہ کے مذاق یا مجبوریوں نے اس رنگ کی تقلید پر آئندہ نسلوں کو چلنے نہ دیا اور خود مرزا دبیرؔ کے فرزند مرزا اوجؔ مرحوم نے زمانہ کے پسندیدہ مذاق اور رنگ میں کہنا شروع کیا۔ لیکن وہ شاعری کا اسکول ایک شاندار عمارت کے ساتھ دنیا میں موجود ہے۔ اس کا نمونہ یہ ہے:۔

مدّنگہ چشم نیام اوج پہ آیا
اور صاف ہراک فرد بشر کو نظر آیا
چمکا وہ ہلال ابروئے یوسف کا کنوئیں سے
یا برق جدا ہوگئی بادل کے دھوئیں سے

☆

تھا طوطی خط پشت لب لعل پہ گویا
دیکھو کہ دھواں آتشی یاقوت سے نکلا
تھا چاہ ذقن میں چہ نخشب کا تجلا
اس چاہ کی کشتی نے تو پانی بھی نہ مانگا
جلوے لب ودنداں کے عجب پیش نظر تھے
دروازہ پہ یاقوت تھے اور گھر میں گہر تھے

مرزا محمد جعفر صاحب اوجؔ مرحوم

مسیحا سے ترا بیمار اچھا ہو نہیں سکتا
مگر ہاں تجھ سے اے خاک شفا کیا ہو نہیں سکتا
ہے دیدار خدا دیدار حیدرؑ دیکھ ہی لینا
یہاں فیصل قیامت کا یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
کسی صورت بدی نیکی کی علت پڑ نہیں سکتی
برائی میں بھلا ہرگز کسی کا ہو نہیں سکتا
گیا اے جذب دل لے کر نہ تو حضرتؑ کے روضہ پر
مگر کچھ تجھ سے جز خون تمنا ہو نہیں سکتا
ہماری مشت خاک اے دل بیاباں بن گئی غم کا
ہجوم ذرہ ہائے چند صحرا ہو نہیں سکتا
ہمارا دل تو ہے زلف علی اکبرؑ کے گھونگر میں
ہمیں اے سنبل تر تیرا سودا ہو نہیں سکتا
خدا تو ہر طرح سے بخش دے گا اہل ماتم کو
نہ ہو گر زاد عقبیٰ کچھ مہیا ہو نہیں سکتا
ترے بیمار اے خاک شفا عیسیٰ بھی ہیں، ہم بھی
تو پھر بیمار سے بیمار اچھا ہو نہیں سکتا
یہ ظاہر ہے، گئے تا قابَ قوسین احمد مرسلؐ
مگر جو راز پردے کا ہے، افشا ہو نہیں سکتا
جفا کی میں نے، اب اس کے عوض تو ظلم فرمائے
یہ مجھ سے ہو سکا تجھ سے خدا یا ہو نہیں سکتا

بنے گا قلزمِ رحمت یہ قدر اشک ماتم ہے
وگرنہ قطرۂ ناچیز دریا ہو نہیں سکتا
کیا امت پر فرزند جواں قربان سرورؑ نے
کسی انسان کا یہ دل کلیجا ہو نہیں سکتا
مبارک تجھ کو جنت، ہم کو روضہ شہؑ کا اے رضواں
ترے فردوس کا یاں شوق بیجا ہو نہیں سکتا
ہمارا دل ہے وہ جس میں بھرا ہے قلزم وحدت
وگرنہ بند اس قطرہ میں دریا ہو نہیں سکتا
سلام اے اوجؔ تیرا سن کے منصف بول اٹھے فوراً
برا ہو یا بھلا لیکن اب ایسا ہو نہیں سکتا

مرزا محمد طاہر رفیعؔ نبیرہ حضرت دبیرؔ اعلی اللہ مقامہ

عشق والو! شان معراج پیمبرؐ دیکھنا
قربِ اللہ و نبی اللہ اکبر دیکھنا
ہو رہا ہے عاشق ومعشوق میں راز و نیاز
کون ہے پردے کے اندر کون باہر دیکھنا
تیرے صدقے اے خدائی کرّ وفر والے رسولؐ
میری جانب بھی ذرا اے بندہ پرور دیکھنا
توڑتے ہیں کس طرح کعبہ میں بت دست خدا
پائے حیدرؓ دیکھنا دوش پیمبرؐ دیکھنا
گھیر لیں گے ڈھونڈھ کر ساقی کو پیاسے حشر میں
جمگھٹے ہوں گے لب تسنیم و کوثر دیکھنا
حشر کے دن ہوگا یہ مداح حیدرؓ کا وقار
میری خاطر خود کھلے گا خلد کا در دیکھنا
یا علیؑ تجھ سا جو ساقی ہوئے گا اور مجھ سا رند
اپنے میکش کو پلاکر جام کوثر دیکھنا
بوترابی ہوں مری مٹی بھی ہوگی خاک پاک
آئیں گے جس دم مرے مرقد میں حیدرؓ دیکھنا
تجھ کو اے رضواں مبارک اپنی جنت کی بہار
اور مدینہ کا مجھے سرسبز منظر دیکھنا
ان پہ عاشق تھی زلیخا، ان پہ عاشق ہے خدا
حسن یوسفؑ دیکھ کر حسن پیمبرؐ دیکھنا
شاہؑ کا دے کر رضا عباسؑ کو کس یاس سے
بازؤں کو چوم کر روئے برادر دیکھنا
پڑھتے ہیں کیوں کر نماز آخری سبط رسولؐ
سر ہے سجدے میں تہہ محراب خنجر دیکھنا
روز محشر دوزخ وجنت سے کیا مطلب رفیعؔ
ہم فقیروں کا در حیدرؓ پہ بستر دیکھنا
(ماخوذ از ''سرفراز'' لکھنؤ ''محرم نمبر ۱۳۵۵ھ'')

سلام

مرزا محمد عسکری علی خاں صاحب بصیرؔ مرحوم شاگرد حضرت نفیسؔ وجناب عارفؔ اعلی اللہ مقامھم

لکھنؤ کے مشہور خاندان خان علامہ کے ایک رکن بزرگ جناب مرزا محمد ذکی علی خاں صاحب مرحوم تھے جو حضرت میر انیسؔ اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد تھے۔ آپ کے فرزند جناب مرزا محمد عسکری علی خاں صاحب مرحوم تھے جنہیں پہلے حضرت نفیسؔ اعلیٰ اللہ مقامہ اور پھر حضرت عارفؔ مغفور سے تلمذ حاصل رہا۔ ہمیں جناب بصیرؔ مرحوم کا یہ سلام جناب مرزا محمد محسن علی خاں عرف نواب مجن صاحب سے دستیاب ہوا ہے۔ موصوف جناب بصیرؔ مرحوم کے بھتیجے ہیں۔ ''ایڈیٹر'' ''سرفراز'' لکھنؤ

وصف سے حیدر سخن کا بول بالا ہوگیا
مدح میں جو شعر لکھا عرش اعلیٰ ہوگیا
واہ ری قسمت کہ حر دم بھر میں آیا راہ پر
صاف ظاہر ہے کہ فضل حق تعالیٰ ہوگیا
شاہ کے زائر کو سترحج کا ملتا ہے ثواب
کربلا کا مرتبہ کعبہ سے بالا ہوگیا
شہ کے سقے بھی بنے آپ اور علمبردار بھی

رتبۂ عباسؑ،جعفر سے دوبالا ہوگیا
برقِ تیغِ شہؑ جو چمکی سرگرے مثلِ تگرگ
ابرسے ڈھالوں کے سارا دشت کالا ہوگیا
چاند سا تن دیکھ کر اصغر کا خوں میں تربتر
دن شہؑ مظلوم کی آنکھوں میں کالا ہوگیا
تیغ حیدرؑ مثل اژدر سب کو نگلے جاتی تھی
آگیا جو اس کے منھ پر اک نوالا ہوگیا
اشک نے آنکھوں سے گرکر مہر ہر صفحہ پہ کی
گلشن جنت کا یہ کاغذ قبالہ ہوگیا
وہ لب نازک ہزار افسوس اور چوب یزید
یہ ستم بھی فرق سرورؑ پر نرالا ہوگیا
بھائی کا صدمہ ،قلق اکبرؑکا ،اصغرؑکا ملال
شہؑ کا دل(ماتم) میں ان داغوں سے لالہ ہوگیا
گھاٹ پر رکھا جوشیر بیشۂ حیدرؑ نے پاؤں
خوف سے پسپا سواروں کا رسالہ ہوگیا
طول رنج شہؑ ہوا طول سخن کا مقتضی
قصد تھا اک حرف لکھنے کا رسالہ ہوگیا
پیاس میں ایسالڑے عباسؑ عاشورے کے دن
نہر کے پہلو میں جاری خوں کا نالا ہوگیا
روکے چلاتی تھی بانو یاعلیؑ فریاد ہے
تیرسے بیجاں مری گودی کا پالا ہوگیا
سوزغم سے حسن دونا تھا علیؑ کے ماہ کا
دود دل نکلاجو دل سے رخ پہ ہالا ہوگیا
اے زہے نور ضیائے آفتاب روئے شاہؑ
سرجونہی زندان میں آیا اجالاہوگیا
تڑپے اس صورت سے حضرت سن کے اکبرؑکی خبر
پارگویا سینۂ انور کے بھالاہوگیا
جب سناں کھا کر گرے اکبرؑتو بسمل کی طرح
جس جگہ تڑپے وہاں اک خوں کا تھالا ہوگیا
کہتی تھی عاشورکو صغریٰؑ الٰہی کیا ہے یہ
آج کادن کیوں مری آنکھوں میں کالاہوگیا
پابرہنہ سارباں بن کر چلے سجادؑ جب
زخمی نوک خارسے ہر ایک چھالا ہوگیا
مرقد شہؑ پر بصیرؔ آنکھوں سے چل جاگے نصیب
جلد ساماں کر کہ حکم شاہؑ والا ہو گیا

(ماخوذاز''سرفراز''لکھنؤ''محرم نمبر ۱۳۵۵ھ'')

مدحِ امام جعفر صادقؑ

بنت زہرا ندیؔ آلہندی

وصیٔ مرسلِ اعظمؐ ہیں حضرت جعفرِ صادقؑ
تبھی تو کرتے ہیں کار رسالت جعفرِ صادقؑ
ہےواجب آپ کی لاریب مدحت جعفرِصادقؑ
مگن ہے چونکہ دریائے طبیعت جعفرِ صادقؑ
انھیں حاجت نہیں دنیا کی، بس اللہ کافی ہے
مگر ہیں سارے عالم کی ضرورت جعفرِ صادقؑ
نہ کیوں تعلیم دیں علمِ پیمبرؐ کی زمانے کو
ہیں بیشک وارثِ علمِ نبوت جعفرِ صادقؑ
تمھیں جوچھوڑ دے سچ میں وہ سچا ہونہیں سکتا
تمہارے ساتھ رہتی ہے صداقت جعفرِ صادقؑ
تمہاری دشمنی انساں کولے جاتی ہے دوزخ تک
تمہارے نام پر ملتی ہے جنت جعفرِ صادقؑ
زمانہ اس قدر روشن تمہارے علم ہی سے ہے
تمہیں ہو فخرِ اربابِ بصیرت جعفرِ صادقؑ
یقینا روح پھونکی آپ نے جسم تفقہ میں
ہے دم سے آپ کے جانِ شریعت جعفرِ صادقؑ
مجھے ذرہ برابر ڈر نہیں ہے جلنے والوں سے
ہے چونکہ آپ کی چشم عنایت جعفرِ صادقؑ
خدا شاہد کہ بس ہے آپ سے اورآپ کے گھر سے
ندیؔ الہندی کو امیدِ شفاعت جعفرِ صادقؑ